شبیر احمد ایم۔ اے

اسلام کا بنیادی فلسفہ

اسلام کا بنیادی فلسفہ "کائناتی نصب العینیت" ہے۔

اسلام میکانکیت کا قائل نہیں جس کی رو سے تمام واقعات و حوادث، بشمول انسانی افعال کے ایک لامتناہی سلسلۂ علل و معلولات کے ناقابلِ شکست جال میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام کائنات کو "نصب العینی" زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہے جس کے مطابق دنیا کے تمام واقعات انسانی اعمال ہوں یا مظاہر کائنات کسی نہ کسی مقصد کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس اندازِ فکر کا اساسی تصور "ربوبیت" ہے جس کا فیصلہ ہے کہ عالم ایک حکیم و علیم، قادر و قدیر اور رحمٰن و رحیم ہستی کی صنعت گری ہے، جس نے کائنات کو کسی بلند تر مقصد کے ساتھ خلق فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں غلط نظریوں کی تردید

چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق بر بنائے باطل نہیں ہوئی:۔

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ" (ص۔ ۲۷)

"اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے بیکار نہیں بنائے، یہ کافروں کا گمان ہے، تو کافروں کی خرابی ہے آگ سے"

کائنات کی تخلیقِ باطل کا ڈھکوسلا ان کجرو دماغوں کا تراشا ہوا ہے جو اپنی عیش کوشی کے لئے

آخرت کی جوابدہی، اس جوابدہی سے ڈرانے والوں اور ان ڈرانے والوں کے بھیجنے والے کو جھٹلاتے ہیں۔ مگر یہ اتنی پائیدار حقیقت ہے کہ اس کے جھٹلانے کی سزا جہنم ہے، کیونکہ اس ٹھوس اور سنگین حقیقت تک ملکوت ارض و سماوات میں سنجیدہ اور دیانتدارانہ تفکر کے بعد فکر صالح کو جلد یا بدیر پہنچنا ناگزیر ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

"اِنَّ فی خلق السّمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السّمٰوات والارض، ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔" (آل عمران ۱۹۰/۱۹۱)

"بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات اور دن کی باہم تبدیلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔ جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے، اور آسمانوں اور زمین میں غور کرتے ہیں اور (کہتے ہیں) اے رب ہمارے تونے یہ بیکار نہیں بنایا (بلکہ اپنی معرفت کی دلیل بنایا ہے) پاکی ہے تجھے، پس تو ہمیں دوزخ سے بچالے۔"

اسی طرح قرآنی تعلیمات کی رُو سے تخلیق کائنات عبث و بیکار نہیں ہوئی۔ قرآن کہتا ہے:۔

"افحسبتم انما خلقناکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون۔ فتعالی اللہ الملک الحق ط لا الٰہ الا ھو رب العرش الکریم۔" (مومنون ۱۱۵، ۱۱۶)

"تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں، تو بہت بلندی والا ہے، اللہ سچا، بادشاہ، کوئی معبود نہیں سوائے اس کے، عزت والے عرش کا مالک ہے۔"

اور نہ ہی تخلیق کائنات خالق کے لہو و لعب کا نتیجہ ہے، جیسا کہ مشرک اقوام کا عقیدہ تھا۔ ان کے مذہبی پروہتوں نے حکمران طبقہ کی مطلق العنانی اور فحاشی وعیاشی کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے یہ دیومالا گڑھی تھی کہ خدا نے اولین ایک دیوی کے ساتھ کھیل کھیلا جس کے نتیجہ میں

اولاد پیدا ہوئی اور اس اولاد نے بھی جنہیں یہ مذہبی پروہت اور قومی بھاٹ فوق الانسانی صفات سے متصف کرتے تھے، اسی طرح کے کھیل کھیلے۔ اس طرح دیوی دیوتاؤں کی ایک فوق الفطری دنیا (Pantheon) آباد ہوگئی۔ انہیں دیوی دیوتاؤں کی اولاد ہونے کے دعویدار یہ جبابرۂ روزگار تھے جو کہتے تھے کہ ان کے تجبر و عظمت کا راز اور ان کے حق خداداد سلطنت کی سند ان کے اندر سروِلایت کا ظہور ہے۔ اور چونکہ ان کے دیوی دیوتا آباؤ اجداد ہر قسم کی رنگ رلیاں منایا کرتے تھے، لہٰذا انہیں بھی اس عیش کوشی کا حق ہے۔ یونانیوں کی دیومالا اسی خرافات سے بھری ہوئی ہے اور ان کا اسطوری دیولوک اسی قسم کے دیوتاؤں سے آباد ہے جو شرمناک جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چنانچہ قدیم یونانی فلسفی زنوفینز، ہومر (HOMER) اور دوسرے شاعروں کی اس خرافات کو بے نقاب کرتے ہوئے کہتا ہے:-

"لوگ ہومر اور ہیزیوڈ کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا انہیں کی طرح پیدا ہوئے ہیں، اور انہیں کی طرح حس، آواز اور جسم رکھتے ہیں۔ اور خداؤں کو ایسی تمام صفات سے متصف کرتے ہیں جو خود ان کے لئے باعث شرم و ذلت ہیں۔ مثلاً چوری، زنا، جھوٹ وغیرہ"۔ (تاریخ فلسفہ وبیر صفحہ ۱۵)

لیکن اسلام اس اسطوری نظریۂ کائنات پر جو تھیوکریسی، شہنشاہیت و ملوکیت اور جاگیردارانہ نظام کی اصل ہے، ضرب کاری لگاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:-

"وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین، لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین، بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون" (انبیاء ۱۶-۱۸)

"اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کود میں نہیں بنائے (بلکہ اس میں ہماری حکمتیں ہیں کہ بندوں کو ہماری معرفت ہو) اگر ہم کوئی بہلاوا ہی اختیار کرنا چاہتے (مثل زن و فرزند کے جیسا کہ مشرکین کہتے تھے) تو اپنے پاس سے اختیار کرتے۔

اگر ہمیں کرنا ہوتا (کیونکہ زن و مرد والے انہیں اپنے پاس رکھتے ہیں مگر ہم اس سے پاک ہیں۔ ہمارے لئے یہ ممکن ہی نہیں) بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور تمہاری خرابی ہے (اے مشرکو) ان باتوں سے جو تم بناتے ہو اور ہمیں رنگ رلیوں اور زن و مرد کے جھمیلے سے متصف کرتے ہو۔"

اسلام کا اصولی نظریہ

اس بے مقصدی تخلیقِ کائنات کے عقیدے کے برعکس اسلام کائناتی نصب العینیت کا علمبردار ہے۔ اس کی تعلیم کی رُو سے کائنات کی تخلیق حق حکمت کے ساتھ ہوئی ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

" وما خلقنا السمٰوات والارض وما بینہما الا بالحق وان الساعۃ لاٰتیۃ" (حجر ۸۵)

"اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے عبث نہ بنایا اور بے شک قیامت آنے والی ہے۔"

دوسری جگہ قرآن کہتا ہے کہ :۔

"خلق اللہ السمٰوات والارض بالحق ان فی ذٰلک لاٰیۃ للمؤمنین" (عنکبوت ۴۴)

"اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے۔ بے شک ان میں نشانی ہے (اس کی قدرت و حکمت اور اس کی توحید و یکتائی پر دلالت کرنے والی) اہل ایمان کے لئے۔"

لہٰذا اسلامی تعلیم کی رُو سے انسان کور بصیرت مادے کا بے مقصدی مظہر نہیں ہے، بلکہ خلاق کائنات نے اُسے ایک بلند مقصد کے لئے پیدا کیا ہے جس میں کامیابی و ناکامی کی جوابدہی کے لئے اسے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ قرآن کہتا ہے :۔

"افحسبتم انما خلقناکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون۔"

غرض اسلام کے نزدیک یہ کائنات اور انسان کی زندگی بخت و اتفاق (Chance) کا نتیجہ نہیں ہیں نہ مادے کے بے مقصدی (Fortutious) ارتقاء کا عارضی مظہر (Epiphenomenon) ہیں جو میکانکی قوتوں کے ایک بے مقصد عمل دیگر سے

ختم ہو جائیں۔ بلکہ اُن کی ایک بلند تر غرض و غایت اور ایک پاکیزہ تر نصب العین ہے جس کے لیئے خلاقِ کائنات نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اس کی حکمتِ بالغہ نے کائنات کے مختلف حصص و اجزاء میں ایک فوق الفکری نظم و ارتباط ودیعت فرمایا ہے۔ کائنات کے مختلف حصے ایک منظم و مربوط کل کے اجزاء ہیں جو کچھ ظہور میں آتا ہے ایک مقصد کلی کے تحقق کا جزو ہوتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق انسانی اعمال بھی سعی لاحاصل کا مصداق نہیں۔ انسان کی مساعی صرف اس چند روزہ دنیوی زندگی تک محدود نہیں، بلکہ اس کا منشاء تخلیق و وظیفۂ حیات ایک بلند تر مقصد کا حامل ہے جو عبودیت و عرفانِ الٰہی کا مترادف ہے۔ قرآن کہتا ہے :۔

"وَمَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (ذاریات - ۵۶)

اس کے ساتھ اگر کائنات میں توافق و ہم آہنگی ہے۔ اگر ہر شئے کے نمو اور فروغ کے لیے ایک سلسلۂ انتظامات ہے۔ اگر آنکھ کی حفاظت کے لیئے اس کی مخصوص ساخت، پپوٹے، پلک اور بھنویں بنائی گئی ہیں تاکہ آنکھ اپنے مخصوص وظیفہ کو باحسن وجوہ انجام دے سکے تو یہ بھی ہونا یقیناً ضروری ہے کہ انسان جو صنع خداوندی کا شاہکار ہے اور جسے بلند تر وظیفہ ادا کرنا ہے —— ایسا بلند تر فریضہ جو منشائے تخلیق کائنات ہے، تو اس کے لئے بھی اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لیئے کوئی مناسب انتظام درکار ہے۔ اس کی ہدایت کے واسطے بھی ایک ربانی ضابطۂ عمل کی ضرورت ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ کائنات کا کوئی جزو محض "تجربہ و خطاء" (Trial and Error) کے اصول کا نتیجہ نہیں تو اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کو عمل کی دنیا میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لئے نہیں چھوڑ دیا گیا، بلکہ اس کی ہدایت کے لئے بھی ایک ربانی ضابطۂ عمل اور اس کا فوق البشری ابلاغ ضروری ہے۔

پس "کائناتی نصب العینیت" اور "عقیدۂ ربوبیت" کا تقاضا ہے کہ پروردگار عالم نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ایک ضابطۂ الٰہی، ایک صراطِ مستقیم، ایک ہدایت نامۂ ربانی بھی نازل کیا ہو تاکہ اس ضابطہ کے مطابق عمل کر کے اور اس شاہراہ ہدایت پر چل کر انسان فلاح

دارین حاصل کر سکے۔

یہ ہے کائناتی نصب العینیت کا ماحصل جس کا اسلام سرگرم مبلغ ہے۔ بلکہ یہ کہنا حقیقت سے بعید نہ ہو گا کہ اسلام ہی دنیا میں کائناتی نصب العینیت کا واحد بلا شرکت غیرے علمبردار ہے۔ نام کے لئے تو بہت سے فکری نظام بالخصوص مذاہب و ادیان نصب العینیت کے مدعی رہے ہیں، مگر وہ اس کے مقتضیات کی کماحقہ مراعات نہیں کر سکے۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

نصب العینی اندازِ فکر کے بنیادی اجزا۔

خالق کے افعال ہوں یا مخلوق کے اعمال، انفس و آفاق ہر جگہ نصب العینی اندازِ فکر میں تین اساسی تصورات مضمر رہتے ہیں:۔

۱۔ ایک فاعل مختار کا تصور جس نے اس فعل کا ارادہ کیا ہو۔

۲۔ اس مقصد و نصب العین کا تصور جس کے لیے وہ ارادہ کیا گیا ہو۔

۳۔ اس طریق کار کا تصور جس کے ذریعے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے کائناتی نصب العینیت کے مقتضیات ثلثہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ خلاق کائنات کا تصور جس نے کائنات کو بشمول اس کی جملہ تفصیلات کے خلق فرمایا۔

۲۔ اس مقصد کا تصور جس کے لئے یہ کائنات اور اس کے شاہکار انسان کی تخلیق ظہور میں آتی ہے۔

۳۔ اس طریق کار اور ضابطہ عمل کا تصور جس کے مطابق عمل کر کے انسان مقصدِ تخلیق کے تحقق میں فائز المرام ہو سکتا ہے۔

اسلام کی اصطلاح میں:۔

پہلا اصول "ایمان باللہ" کہلاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے پر ایمان،

اس کی وحدانیت پر ایمان اور اس بات پر ایمان کہ وہ تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف اور تمام اقسامِ نقص سے پاک و منزہ ہے۔

دوسرا اصول "ایمان بالآخرۃ" کہلاتا ہے یعنی اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو عموماً اور انسان کو خصوصاً عبث و باطل پیدا نہیں کیا، بلکہ ایک بلند تر مقصد کے تحقق کی خاطر پیدا کیا ہے اور اس بلند تر مقصدِ تخلیق کے حصول و تحقق میں کامیابی و ناکامی کی جوابدہی کے لئے انسان کو مرنے کے پیچھے جی اٹھنا اور اپنے رب کے سامنے اپنے اچھے برے اعمال کا جواب دینا ہے اور

تیسرا اصول "ایمان بالرسالۃ" کہلاتا ہے یعنی اس بات پر ایمان کہ اللہ رب العزت نے محض اپنے لطف و کرم سے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعے (جنہیں اسلام کی اصطلاح میں رسول کہتے ہیں) صحیفۂ ہدایت اتارے تاکہ وہ اپنی حیاتِ دنیوی اور آنے والی زندگی کو کامیاب بنا سکیں۔ اور یہ کہ ان رسولوں میں آخری رسول جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اسلام کے بنیادی عقائد

پہلا اصول کلمۂ توحید کا ــــــ جو اسلام کی بنیادی تعلیم ہے ــــــ نصف اول ہے، یعنی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

"(اللہ رب العزت کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف وہی معبودِ برحق ہے)"

دوسرا اور تیسرا اصول (ایمان بالآخرۃ اور ایمان بالرسالۃ) اس (کلمۂ توحید) کا نصف آخر ہیں یعنی

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

"(محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ لہٰذا انہوں نے جو کچھ (بالخصوص آخرت کے

بارے میں) فرمایا حق ہے اور جو ہدایت فرمائی واجب العمل ہے"

اس طرح اسلام اور کائناتی نصب العینیت عین یک دیگر ہیں۔

نصب العینیت کی غیر اسلامی توجیہات پر ایک نظر

اوپر کہا گیا ہے کہ اسلام ہی دنیا میں کائناتی نصب العینیت کا واحد بلا شرکت غیرے علمبردار ہے، اگرچہ نام کے لئے بہت سے فکری نظام اس کے مدعی ہیں۔ (اور کیوں نہ ہوں کہ یہ انسان کی فطرتِ سلیمہ کا مقتضا اور کائنات کی ناقابل انکار حقیقت ہے) مگر وہ اس کے مضمراتِ ثلثہ کے ساتھ خود کو راضی نہ کر سکے، بالخصوص اس کا تیسرا اصول (ایمان بالاخرۃ) انہیں حریتِ فکر و عمل —— یا طبیعت کی مطلق العنانی —— میں سدِّ راہ نظر آیا۔ اس لئے انہوں نے اس کا سرے سے ہی انکار کر دیا۔ اور چونکہ فطرت کے یہ تین حقائق آپس میں اس طرح مربوط و منظوم ہیں کہ ایک کا انکار بقیہ دو کے انکار کے بغیر منطقی طور پر ناممکن ہے، اُدھر نفس نصب العینیت سے انکار کی عقل سلیم اجازت نہیں دے سکتی، اس لئے اس اقرار و انکار میں آونے پونے کے سمجھونے کے لئے مختلف ڈھکوسلے تراشے گئے۔ اس کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے:۔

جہاں تک "ایمان بالغیب" اور محض اقرارِ عبودیت کا تعلق ہے، مسئلہ بالکل صاف ہے اور سوائے ڈھٹائی کے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کی فطرتِ سلیمہ سے پوچھئے بلا تامل اللہ رب العزۃ کی معبودیت کا اقرار کرے گی۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:۔

"ولئن سالتھم من خلق السمٰوات والارض لیقولن خلقھن العزیز العلیم"

(زخرف - ۹)

"اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے انہیں بنایا اس عزت والے علم والے نے"

اسی طرح "ایمان بالرسالۃ" کا مسئلہ بھی زیادہ پیچیدہ نہیں ہے۔ معاملہ صرف ایک

دستورِ حیات کے نفاذ کا ہے جو جلد یا بدیر طے ہو سکتا ہے۔ مگر اصل پیچیدگی اس وجہ سے پیدا ہوتی تھی کہ انبیاء کرام فرماتے تھے کہ بندوں کو مرے پیچھے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا اور اپنے اچھے بُرے کا بارگاہِ رب العزّت میں جواب دینا ہے۔ اس "ایمان بالآخرۃ" کے عقیدے کے ساتھ دنیا پرست مترفین خود کو راضی نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ محاسبۂ آخرت کا عقیدہ عناں گسیختہ لذت کوشی کی راہ میں سب سے بڑا روڑا ہے۔ آدمی صرف اسی صورت میں دل کھول کر دادِ عیش دے سکتا ہے کہ اس کے دل میں حشر و نشر اور حسابِ آخرت کا دغدغہ نہ ہو:

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اسی لئے عرب جاہلیۃ کی لذت پرستی نے بعث بعد الموت کے تصوّر کو عسیر الفہم بنا دیا تھا۔ اُن کے ایک شاعر کا قول ہے:

حیاتٌ ثم موتٌ ثم نشرٌ　　حدیثُ خرافۃٍ یا امَّ عمرو

ساسانی عہد کے آخر میں "زروانیت" (دہریت) نے بھی انکارِ آخرت کے لیے "دہر" یا زروان کا ڈھکوسلا تراش لیا تھا۔ "اسکند گمانیک وژار" میں ہے:۔

"جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نہیں ہے اور اپنے آپ کو دہری (زروانی) کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ دنیا اور وہ تمام تغیرات جو اس میں رونما ہوتے ہیں . . . . سب زمانِ نامحدود کے ارتقاء کے نتیجے ہیں۔ اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ نہ اچھے اعمال کے لئے جزاء ہے اور نہ بُرے اعمال کے لئے سزا۔ نہ بہشت ہے نہ دوزخ اور نہ کوئی ایسی چیز جو انسان کو اچھے یا بُرے کاموں پر مجبور کر سکے"۔

عہد حاضر نے جو اس قسم کے تناقضات کی ضخیم سائنٹیفک اور فلسفیانہ اصطلاحوں میں پردہ پوشی کرنے میں کمال رکھتا ہے، فطرت کی اس حقیقت ساذجہ (نصب العینیت اور اس کے مضمرات ثلثہ) پر "تشبیہیت" (Anthropomorphism) کا الزام لگایا۔

چونکہ معقولیت پسندی "نصب العینیت" کا کھل کر انکار نہیں کر سکتی، اس لیے اس کا ایک نیا تخیل اختراع کیا جس کی رُو سے جرمن فلسفی ونڈل بینڈ (Windelband) کے الفاظ میں۔

"عضوی کل میں اجزاء کی ہیئت کا تعین خود اپنے کل کے ذریعے ہوتا ہے اور کل کے اجزاء ہونے ہی کی حیثیت سے اُن کا وجود ممکن ہے۔ غایت جو آغاز سے پیدا ہوتی ہے خود آغاز کا تعین کرتی ہے"۔ ہ۱

لیکن کائنات کا یہ اعجوبۂ روزگار تصوّر معقولیت پسند اذہان کے لئے کہاں تک قابلِ فہم ہے، اس پر تبصرہ بھی ونڈل بینڈ ہی کی زبان سے سُن لیجئے :۔

"یہ بات نہ صرف ناقابلِ فہم ہی معلوم ہوتی ہے بلکہ ناممکن بھی"۔ ہ۲

قصہ مختصر یہ کہ

ا۔ بخت و اتفاق (Chance) کے عقیدے سے انسانی ذہن اِبا کرتا ہے۔

ب۔ میکانکیت کا اصول اپنی گوناگوں اشکال میں ارتقائے کائنات کی توجیہ سے قاصر ٹھہرا۔

ج۔ نصب العینیت کی نئی اعجوبۂ روزگار توجیہ کہ غایت اپنے آغازِ کار کی اور کل اپنے اجزاء کی ہیئت کا تعین کرتے ہیں، خود اپنے علمبردار ونڈل بینڈ کے خیال میں نہ صرف عسیر الفہم بلکہ ناممکن ہے۔

ہ۱ "In the organic whole, on the other hand, the parts themselves are conditioned by the whole and are only possible in it therefore, the end. which is to come out of it, determines the beginning" (W. Windelband, *Introduction to Philosophy*, p. 144).

ہ۲ 'It seems to be not merely incomprerensible, but impossible' (ibid., p. 145).

اس کے بعد سوائے منطقی "نصب العینیت" پر جس شکل میں وہ اوپر اپنے مضمرات ثلاثہ کے ساتھ بیان ہوئی ایمان لانے کے چارہ نہیں اور یہی اسلام کا موقف ہے۔

اسلامی فکر کے بنیادی اجزا۔

(ا) اسلامی فکر کا نقطۂ آغاز "ایمان بالغیب" ہے۔ اس کی تمام مساعی علمیہ و عملیہ کی غایت اسی عقیدہ کی تحقیق و توضیح ہے۔ اسلام کی نگاہ میں "توجہ الی المعبود"، جسے آپ چاہیں تو "جذبۂ مذہبیت"، یا "حسِ مذہبی" سے تعبیر کر سکتے ہیں، فطرتِ انسانی کا جزو لاینفک ہے جس پر بسا اوقات خارجی حالات کے دباؤ، تعیش کی فراوانی، افلاس کی شدت، ہوا پرستی و نفسانیت اور اسی قسم کے دوسرے عوارض کی بنا پر زنگ لگ جاتا ہے۔ اس لیئے دعوتِ اسلامی کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس زنگ آلودہ جذبے کو نکھار دے یا جہاں یہ جذبہ بغیر زنگ آلودہ حالت میں ہو، اسے جلا اور صیقل دے کر اس سونے کو کندن بنا دے۔

لہذا اسی مشن کے ساتھ انبیاء سابقین کی بعثت ظہور میں آئی چنانچہ قرآن کہتا ہے:۔

"وَمَآ اَرسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون"

(انبیاء - ۲۵)

"اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو"

(ب) اسلام کے نزدیک منشائے تخلیق و وظیفۂ حیات ایک بلند تر مقصد ہے جو عبودیت و عرفان الٰہی کا مترادف ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ کائنات و مافیہا کی تخلیق صرف انسان کے واسطے ہوئی ہے:۔

"ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا"

"وہی (اللہ) ہے جس نے تمہارے (دینی و دنیوی نفع کے) لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے"

اور انسان کی تخلیق عبودیت و عرفان الٰہی کے واسطے ظہور میں آئی ہے :۔

"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (ذاریات - ۵۶)

"مَیں نے جن اور آدمی صرف اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں" (اور میری معرفت ہو)۔

اس توحید عبودیت کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے انسانوں کو ایک الٰہی الاصل ضابطۂ ہدایت کی ضرورت ہے جو انہیں انبیاء کرام کے ذریعے بھیجا گیا۔ اس ضابطۂ ہدایت پر عمل فرض ہے اور اس لئے انسانوں کو ایک دن اس فریضہ کی بجا آوری یا اس میں غفلت یا اس سے بغاوت کی جوابدہی کے لئے اللہ رب العزۃ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔

اسلامی آئیڈیالوجی میں اس آنے والی زندگی پر ایمان و ایقان اور اچھے برُے اعمال کی جزا و سزا کا عقیدہ ایمان بالآخرۃ کہلاتا ہے جو اسلامی فکر کی جان ہے اور جس کے بغیر اسلام جسدِ بے روح ہے۔ قرآن زندگی کے ایسے تصوّر کو جو عقیدۂ آخرت سے معرا ہو بشدت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے :۔

"انّ الّذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیٰوۃ الدنیا واطمأنوا بھا والذین ھم عن اٰیاتنا غافلون، اولٰئك ماواھم النار بما کانوا یکسبوْن"، (یونس ۷-۸)

"بے شک وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے (روز قیامت اور ثواب و عذاب کے قائل نہیں) اور اس پر مطمئن ہو گئے (اور اس فانی کو جاودانی پر ترجیح دی اور عمر اس کی طلب میں گذاری) اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں (ذاتِ گرامی سرورِ کائناتؐ اور قرآن کریم سے اعراض کرتے ہیں) ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا"

اسلام کے بنیادی فلسفہ یا اس کے ہمہ گیر نظامِ حیات کا مطالعہ مطالعہ کہلانے کا مستحق ہی نہیں جب تک اُسے بعث بعد الموت اور محاسبۂ آخرت کے عقیدے کی روشنی میں نہ لیا جائے۔

(ج) اسلام کا تیسرا اصول یہ ہے کہ اللہ رب العزّت نے محض اپنے لطف و کرم سے بندوں کی

صلاح و فلاح کے واسطے ضابطۂ عمل اپنے پیغمبروں کے ذریعے نازل فرمایا۔ اس الٰہی الاصل ضابطۂ ہدایت کا آخری نزول اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا جس کا نام قرآن ہے۔

کہنے کو بہت سے مفکرین عرفانِ الٰہی اور تکمیلِ نفس کے مدعی ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ عقلائے دہر اور سنجیدہ مفکرین کی مساعی فکریہ نہ صرف عرفان خداوندی کے باب میں بلکہ نظام معاشرت کی تنظیم کے لئے ایک مفید اور دیرپا ضابطہ کی دریافت کے متعلق بھی اپنے عجز و ادراک کا بزبانِ حال اعتراف کر چکی ہیں کیونکہ اُن کا افق ذہنی اپنے گرد و پیش ہی تک محدود ہے اپنے ماحول سے بلند ہو کر وہ کسی ایسے نظام کو نہیں سوچ سکتے جو باوصف اختلافِ اقوام و اوطان اور باوجود تغیر ادوار و ازمان ہر جگہ اور ہر زمانے میں نافذ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور اس کے لئے وہ معذور بھی ہیں۔ ان کی حکیمانہ برتری اور فلسفیانہ عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی یہ کہنا پڑے گا کہ وہ آخر تو انسان ہی ہیں۔ اُن کا علم کتنا ہی وسیع اور غور و فکر کتنا ہی عمیق کیوں نہ ہو آخر تو انسان ہی ہے جس کے ماخذ اور طریقِ حصول بھی انسانی ہی ہیں۔ لہٰذا وہ صرف وہی سوچ سکتے ہیں اور تجویز کر سکتے ہیں جو انسانی بساط میں ممکن ہو سکتا ہے اور جس کے لئے ان کا محدود ماحول ان کی مساعدت کر سکتا ہے۔ اپنے ماحول سے بلند ہو کر سوچنا انسان کے لئے ناممکن ہے۔ اور کسی ایسے معاشرے کا نظامِ حیات مرتب کرنا جو اس کے مخصوص گرد و پیش سے وسیع تر ہو اور زمان و مکان کی حد بندیوں سے آزاد ہو، انسانی عقل کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک مافوق البشری طریق کے سوا چارہ نہیں جسے اسلام کی اصطلاح میں "وحی الٰہی" کہتے ہیں۔

لہٰذا اسلام نے انسان کے منزلِ مقصود تک پہنچنے، نیز حیاتِ دنیوی اور آنے والی زندگی کو ہم آہنگ اور متوافق بنانے اور ضمناً خالص انسانی دوستی اور منصفانہ و عادلانہ بنیادوں پر اجتماعی زندگی کی تنظیم استوار کرنے کے لئے انسان کی شاہراہ عمل کا تعین ایک ایسے ہدایت نامہ کی بناء پر کیا، جو منجانب اللہ ہے اور جسے اس کی زبان میں نبوت و رسالت کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے محض

اپنے لطف و کرم سے اپنے بندوں کی نزاعات کے فیصلے کے لئے ایک ضابطۂ حیات اپنے رسول پر نازل فرمایا اور انہیں اس کی بے لاگ مراعاۃ پر مامور کیا۔ قرآن کہتا ہے:۔

"انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراك اللہ ولا تکن للخائنین خصیما۔" (نساء ۱۰۵)

"اے رسول بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تاکہ لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔"

اس کے ساتھ بندوں کو مامور فرمایا کہ جو کچھ یہ رسول فرمائیں اسے قبول کرو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو:۔

"وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔" (حشر)

"اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔"

یہ ہے اسلام کا الٰہی الاصل ضابطۂ حیات جس کے ساتھ "کائناتی نصب العینیت" کے مقتضیاتِ ثلاثہ کی تکمیل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اسلام اور کائناتی نصب العینیت" عین یکدیگر ہو جاتے ہیں۔ بہرحال اس الٰہی الاصل ہدایت نامہ (قرآن) کا تصور ہی اسلامی اور غیر اسلامی نظامہائے حیات میں فارق ہے۔ اس پر عمل واجب ہے اور انسانیت کی بدنصیبی اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے چھوڑ کر ہوا و ہوس کے خود ساختہ ڈھکوسلوں کی طرف نظر اٹھائے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا — تواں رفت جز بر پے مصطفےٰ